ISSN Online: 3006-4708
SOCIAL SCIENCE REVIEW ARCHIVES ISSN Print: 3006-4694
https://policyjournalofms.com

اسبابِ نزول کی روایات کی تاریخی قدر اور تفسیری حدود: منتخب قرآنی مقامات کا حدیثی و اصولی تجزیہ

The Historical Value and Interpretive Limits of Asbab al-Nuzul Reports: A Hadith-Critical and Usul-Based Analysis of Selected Qur'anic Passages

Dr. Waleed Khan[1], Moazam Hussain[2], Dr. Muhammed Abid Nadeem[3]

[1] Lecturer, Institute of Arabic & Islamic Studies, GC Woman university Sialkot. Email: waleedkhan764110.wk@gmail.com
[2] PhD Scholar NCBA &E. Email: doc.Moazam313@g.mail
[3] Associate Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, GC University Lahore. Email: muhammadabid36@hotmail.com, dr.mabidnadeem@gcu.edu.pk

DOI: https://doi.org/10.70670/sra.v3i2.2677

Abstract

This study examines the historical value and interpretive limits of asbab al-nuzul (occasions of revelation) reports through a combined hadith-critical and usul-based methodology. Although the genre occupies a central place in the Qur'anic sciences, its epistemic status remains contested. Classical scholars such as al-Wahidi, al-Zarkashi and al-Suyuti treated these reports as indispensable aids to understanding, whereas modern scholarship, notably Andrew Rippin and John Wansbrough, has argued that many of them function as exegetical devices rather than as neutral historical testimony. The article seeks to adjudicate between these positions by applying the criteria of isnad criticism, including the distinction between explicit (sarih) and probabilistic (muhtamil) formulae, the status of Companion and Successor reports, and the problem of mursal transmission, to representative cases: Qur'an 2:158, 2:223, 9:113, 17:85 and 80:1–10. Each case is evaluated for chain quality, chronological coherence with the surah's own context, and legal-hermeneutical consequence. The study then turns to the usul principle that the generality of a text's wording prevails over the specificity of its occasion, drawing on al-Shatibi, Shah Waliullah, the Farahi–Islahi school of thematic coherence (nazm), and Fazlur Rahman's "double movement." Following a thesis–evidence–counterargument–synthesis structure, the article argues that asbab al-nuzul reports possess genuine but differentiated historical value. Reports with explicit wording and strong chains from eyewitness Companions deserve high confidence as testimony, yet they cannot, by themselves, restrict a verse's semantic scope, override the internal coherence of the Qur'anic discourse, or settle questions of chronology. The paper concludes by proposing a five-stage methodological model for the critical use of occasions of revelation in contemporary exegesis, balancing fidelity to the transmitted tradition with the demands of academic rigor. In doing so, it contributes to ongoing debates on the relationship between revelation, history and hermeneutics in Islamic scholarship.

Keywords: Asbab al-Nuzul, Hadith Criticism, Usul al-Tafsir, Qur'anic Exegesis, Historical Context

تعارف

قرآنِ کریم کے تدریجی نزول اور اس کے تاریخی سیاق کے باہمی رشتے کی تفہیم علومِ قرآن کا ایک بنیادی مسئلہ رہی ہے، اور اسبابِ نزول کی روایات اسی رشتے کی روایتی تعبیر ہیں۔ ان روایات کے مطابق متعدد آیات کسی خاص واقعے، سوال یا صورتِ حال کے پس منظر میں نازل ہوئیں، اور مفسرین

نے اس پس منظر کے علم کو فہمِ قرآن کا ناگزیر وسیلہ قرار دیا۔[1] اسی لیے امام زرکشی نے اپنی تصنیف البرہان کا آغاز ہی اسبابِ نزول کی معرفت سے کیا اور اس کے فوائد کو تفصیل سے بیان کیا۔[2] تاہم بیسویں صدی کے نصفِ آخر میں مغربی استشراقی تحقیق نے ان روایات کی تاریخی حیثیت کو ازسرِنو زیرِ بحث لاتے ہوئے یہ سوال اٹھایا کہ آیا یہ روایات نزولِ وحی کے ہم عصر شواہد ہیں یا بعد کے مفسرانہ ذوق کی پیداوار۔[3]

زیرِ نظر مقالے کا مرکزی سوال دوہرا ہے۔ اول یہ کہ اسبابِ نزول کی روایات کو حدیثی معیارِ نقد پر کس حد تک تاریخی شہادت تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ دوم یہ کہ اگر کوئی روایت صحیح السند بھی ہو تو اصولی اعتبار سے وہ آیت کے مفہوم کی تعیین و تحدید میں کس حد تک مؤثر ہے؟ پہلا سوال علمِ حدیث کے دائرے میں آتا ہے، کیونکہ اس کا تعلق سند، راوی کے مقام اور صیغۂ روایت سے ہے؛ دوسرا سوال اصولِ فقہ و اصولِ تفسیر سے متعلق ہے، کیونکہ اس میں عموم و خصوص، دلالتِ نص اور سیاق کی حاکمیت جیسے مباحث زیرِ غور آتے ہیں۔ اب تک کی بیشتر تحقیقات نے ان دونوں سوالات کو الگ الگ برتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک روایت کی تاریخی صحت اور اس کی تفسیری افادیت دو مختلف علمی مسئلے ہیں جن کا باہمی ربط ہی صحیح منہجی نتیجے تک پہنچاتا ہے۔

مقالے کا بنیادی مقدمہ (Thesis) یہ ہے کہ اسبابِ نزول کی روایات تاریخی قدر ضرور رکھتی ہیں، مگر یہ قدر یکساں نہیں بلکہ درجہ بدرجہ ہے؛ صریح صیغے اور مضبوط سند کے ساتھ شاہد صحابی سے مروی روایت کو اعلیٰ درجے کی تاریخی شہادت تسلیم کیا جائے گا، لیکن ایسی روایت بھی نہ آیت کے لفظی عموم کو محدود کر سکتی ہے، نہ سورت کے داخلی نظم کو معطل کر سکتی ہے، اور نہ تنہا زمانۂ نزول کا حتمی فیصلہ کر سکتی ہے۔ اس مقدمے کی توثیق کے لیے تحقیق تجزیاتی و تقابلی منہج اختیار کرتی ہے، جس میں استدلال کی ترتیب مقدمہ، شواہد، اعتراض اور تطبیق پر قائم ہے۔

اس موضوع پر موجود علمی سرمایہ تین دھاروں میں منقسم ہے۔ پہلا دھارا کلاسیکی ہے، جس میں واحدی، ابن حجر اور سیوطی کی تصانیف نمایاں ہیں اور جس کی بنیاد روایت و سماع پر ہے۔[4] دوسرا دھارا جدید اسلامی تحقیق کا ہے، جس میں مفتی محمد تقی عثمانی، امین احسن اصلاحی اور فضل الرحمٰن جیسے اہلِ علم اسبابِ نزول کے دائرۂ اثر کو مختلف زاویوں سے متعین کرتے ہیں۔[5] تیسرا دھارا مغربی علمی روایت کا ہے، جس کی نمایاں آوازیں جان وانسبرو، اینڈریو رپن اور ہارالڈ موتسکی کی ہیں۔[6] زیرِ نظر مقالہ ان تینوں دھاروں سے بیک وقت مکالمہ کرتا ہے۔

مقالے کی ترتیب یوں ہے: دوسرے حصے میں اسبابِ نزول کا مفہوم اور اس کی اصطلاحی حدود متعین کی گئی ہیں؛ تیسرے حصے میں روایات کا حدیثی معیارِ نقد پر جائزہ لیا گیا ہے؛ چوتھے حصے میں استشراقی تنقید اور اس کے اسلامی جوابات کا تقابل ہے؛ پانچویں حصے میں اصولی حدود، یعنی عموم و خصوص اور نظمِ قرآن کے مباحث زیرِ بحث ہیں؛ چھٹے حصے میں منتخب پانچ قرآنی مقامات کا تطبیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے؛ اور ساتویں حصے میں ایک مجوزہ منہجی ماڈل تجویز کیا گیا ہے۔

---

[1] ابو الحسن علی بن احمد الواحدی، اسباب النزول، تحقیق کمال بسیونی زغلول (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1991ء)، مقدمہ۔

[2] بدر الدین الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم (قاہرہ: دار احیاء الکتب العربیۃ، 1957ء)، النوع الاول: معرفۃ اسباب النزول۔

[3] Andrew Rippin, “The Function of *Asbāb al-Nuzūl* in Qur’ānic Exegesis,” *Bulletin of the School of Oriental and African Studies* 51, no. 1 (1988): 1–20.

[4] جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم (قاہرہ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1974ء)، النوع التاسع: فی اسباب النزول۔

[5] Muhammad Taqi Usmani, *An Approach to the Quranic Sciences* (Karachi: Darul Ishaat, 2000), chap. 1 (on the occasions of revelation).

[6] John Wansbrough, *Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation* (Oxford: Oxford University Press, 1977), chap. 1.

اسبابِ نزول کا مفہوم اور اصطلاحی تعین

لغوی و اصطلاحی مفہوم

لغت میں سبب اس شے کو کہتے ہیں جو کسی دوسری شے تک رسائی کا ذریعہ بنے، اور اصطلاحِ علومِ قرآن میں اسبابِ نزول سے مراد وہ واقعہ یا سوال ہے جس کے وقوع کے زمانے میں کوئی آیت یا آیات نازل ہوئیں اور جس کا جواب یا حکم ان میں بیان کیا گیا۔[7] جدید مصنفین نے اس تعریف کو مزید نکھارا ہے؛ مناع القطان کے نزدیک سبب وہ امر ہے جس کے باعث آیت نازل ہوئی، خواہ وہ کوئی واقعہ ہو یا کوئی سوال۔[8] اس تعریف میں ایک قید ملحوظ رہنی چاہیے: سبب اور آیت کے مابین زمانی معاصرت شرط ہے، لہٰذا ماضی کے اقوام کے قصے یا مستقبل کی پیش گوئیاں اس تعریف میں داخل نہیں۔

امام واحدی نے اس علم کی تدوین کرتے ہوئے ایک سخت اصول وضع کیا، کہ **لا یحل القول فی اسباب نزول الکتاب الا بالروایۃ والسماع ممن شاہدوا التنزیل**، یعنی کتاب کے اسبابِ نزول کے بارے میں اس وقت تک کچھ کہنا جائز نہیں جب تک وہ ان لوگوں سے روایت و سماع پر مبنی نہ ہو جنہوں نے نزول کا مشاہدہ کیا۔[9] یہ اصول بنیادی طور پر اس علم کو رائے اور قیاس کی دست برد سے بچانے کے لیے تھا، مگر اسی سے یہ مسئلہ بھی پیدا ہوا کہ جو روایات اس معیار پر پوری نہیں اترتیں، ان کی حیثیت کیا ہے۔

صیغہ ہائے روایت اور ان کی دلالت

اسبابِ نزول کی روایات کا ایک بنیادی مسئلہ ان کے صیغوں کا تنوع ہے۔ ابن تیمیہ نے اس باب میں ایک نہایت اہم نکتہ بیان کیا کہ صحابہ و تابعین کا قول **نزلت ہذہ الآیۃ فی کذا** کبھی اس معنی میں ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آیت کے نزول کا سبب تھا، اور کبھی اس معنی میں کہ آیت کا حکم اس صورت کو بھی شامل ہے۔[10] امام زرکشی نے بھی اسی فرق کی نشاندہی کی ہے کہ مفسرین کی عادت یہ رہی ہے کہ وہ کبھی سببِ نزول بیان کرتے ہیں اور کبھی محض استدلال کی غرض سے یہ تعبیر اختیار کرتے ہیں۔[11] اس لحاظ سے درج ذیل جدول روایتی صیغوں کا تقابلی خاکہ پیش کرتا ہے۔

صیغہ	مثال	دلالت	علمی درجہ
سببِ نزولِ ہذہ الآیۃ کذا / واقعے کے بعد ‘فنزلت’	راوی واقعہ بیان کر کے کہتا ہے: ‘فنزلت’	صریح (نص فی السببیۃ)	تاریخی شہادت، سند کے مطابق
نزلت ہذہ الآیۃ فی کذا	‘یہ آیت فلاں کے بارے میں اتری’	محتمل: سبب یا تطبیق	استدلالی، قرینے کی محتاج
احسب / ما احسب ہذہ الآیۃ نزلت فی کذا	راوی کا ظنی اظہار	ظنی تخمین	تاریخی گواہی نہیں، فہمِ راوی
کنا نری ہذہ الآیۃ نزلت فی کذا	صحابہ کا اجتماعی فہم	فہمِ صحابہ	تفسیری قرینہ، سببیت ثابت نہیں

جدول 1: اسبابِ نزول کے صیغوں کی دلالت (مصنف کی اپنی تدوین بر بنائے ابن تیمیہ و زرکشی)

[7] جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم (قاہرہ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1974ء)، النوع التاسع۔

[8] مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن (ریاض: مکتبۃ المعارف، 2000ء)، فصل: اسباب النزول۔

[9] ابو الحسن علی بن احمد الواحدی، اسباب النزول، تحقیق کمال بسیونی زغلول (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1991ء)، مقدمہ۔

[10] ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر (بیروت: دار مکتبۃ الحیاۃ، 1980ء)، فصل: فی اسباب النزول۔

[11] بدر الدین الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم (قاہرہ: دار احیاء الکتب العربیۃ، 1957ء)، النوع الاول۔

ایک مستقل صنفِ تصنیف کی تشکیل

اسبابِ نزول پر مستقل تصانیف کی تاریخ پانچویں صدی ہجری سے پہلے نہیں ملتی۔ اینڈریو رپن کی بیبلیوگرافیائی تحقیق کے مطابق اس صنف کے ابتدائی نمائندوں میں علی بن مدینی کی کتاب کا ذکر ملتا ہے، مگر اس کا متن ہم تک نہیں پہنچا، اور اس سلسلے کی سب سے قدیم دستیاب مکمل کتاب واحدی کی ہے۔[12] اس مشاہدے کے دو مضمرات ہیں۔ اول یہ کہ روایات کا مواد یقیناً اس صنف کی تدوین سے پہلے تفسیری و حدیثی ذخیروں میں موجود تھا، جیسا کہ طبری کی تفسیر اور صحیحین کے ابوابِ تفسیر سے ظاہر ہے۔[13] دوم یہ کہ ایک مدوّن صنف کی صورت میں آنے کے بعد روایات کے جمع و ترتیب میں مؤلفین کا اپنا ذوق بھی دخیل ہو سکتا تھا، اور یہی وہ نکتہ ہے جس پر آگے چل کر تنقیدی بحث ہو گی۔

اسبابِ نزول کی روایات کا حدیثی معیارِ نقد

سند، صحابی کا مقام اور مرفوع کا حکم

حدیثی نقد کے اعتبار سے اسبابِ نزول کی روایات کے لیے پہلا سوال یہ ہے کہ راوی کا بیان کس درجے کی خبر ہے۔ امام حاکم نیساپوری نے یہ اصول بیان کیا کہ جس صحابی نے وحی کے نزول کو دیکھا ہو، اس کی تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔[14] ابن الصلاح نے اس عمومی دعوے پر نہایت اہم تحدید عائد کی کہ یہ حکم صرف اس تفسیر پر لگتا ہے جو اسبابِ نزول جیسے امور سے متعلق ہو، یعنی ایسی خبر جس میں صحابی کسی ایسے واقعے کی اطلاع دے جس کا مشاہدہ اس نے خود کیا ہو؛ ہر اجتہادی تفسیر پر یہ حکم جاری نہیں ہو گا۔[15] یہاں اسبابِ نزول کی روایت کو حدیثی منہج میں خاص اہمیت حاصل ہو جاتی ہے، کیونکہ اس کا مضمون واقعاتی خبر ہے، نہ کہ فہمِ متن۔

تاہم صحابی کی گواہی کے لیے مشاہدے کی شرط ہر روایت میں پوری نہیں ہوتی۔ بعض روایات ایسے صحابہ سے مروی ہیں جو واقعے کے وقت بچے تھے یا ابھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے، اور ایسی صورت میں ان کا بیان براہِ راست مشاہدے کے بجائے سنی ہوئی بات پر مبنی ہو گا، جس کا اظہار صراحتاً نہ ہو تو اسے ارسالِ صحابی کے زمرے میں رکھا جاتا ہے۔ ابن حجر نے اس باب میں ترجیح کا یہ اصول بیان کیا ہے کہ اگر ایک ہی آیت کے متعدد اسباب منقول ہوں تو اس روایت کو ترجیح ہو گی جس کا راوی واقعے کا شاہد ہو اور جس کی سند زیادہ قوی ہو۔[16]

تابعین کی مرسل روایات اور ضعیف طرق

تابعین، جیسے مجاہد، عکرمہ، قتادہ اور سعید بن جبیر سے مروی اسباب کے بارے میں سیوطی کا موقف یہ ہے کہ اگر سند ان تک صحیح ہو اور وہ ایسے ائمۂ تفسیر میں سے ہوں جنھوں نے صحابہ سے براہِ راست علم لیا، تو ان کی مرسل روایت قبول کی جا سکتی ہے، خصوصاً جب اس کی تائید کسی اور مرسل یا موقوف روایت سے ہو جائے۔[17] اس کے برعکس تفسیری ذخیرے میں ایسے طرق بھی ہیں جن پر محدثین نے سخت جرح کی ہے، مثلاً کلبی کا ابو صالح سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کا سلسلہ، جسے سیوطی نے **سلسلۃ الکذب** تک کہا ہے۔[18] واحدی کی کتاب میں اس طریق کی کثرت اس بات کا ثبوت ہے کہ مدوّن صنف کی تمام روایات ایک جیسے درجے کی نہیں۔

---

[12] Andrew Rippin, “The Exegetical Genre *Asbāb al-Nuzūl*: A Bibliographical and Terminological Survey,” *Bulletin of the School of Oriental and African Studies* 48, no. 1 (1985): 1–15.

[13] ابن جریر الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، تحقیق احمد محمد شاکر (قاہرہ: دار المعارف، 1954ء)، تفسیر سورۃ البقرہ۔

[14] الحاکم النیسابوری، معرفۃ علوم الحدیث، تحقیق معظم حسین (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1977ء)، مبحثِ مسند و مرفوع۔

[15] ابن الصلاح، مقدمہ ابن الصلاح (علوم الحدیث)، تحقیق نور الدین عتر (دمشق: دار الفکر، 1986ء)، النوع السادس: المرفوع۔

[16] ابن حجر عسقلانی، العجاب فی بیان الاسباب، تحقیق عبد الحکیم محمد الانیس (دمام: دار ابن الجوزی، 1997ء)، مقدمہ۔

[17] جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم (قاہرہ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1974ء)، النوع التاسع۔

[18] جلال الدین السیوطی، الاتقان، النوع الثمانون۔

ایک اور اہم پہلو محدثین کا وہ عمومی رجحان ہے جسے جوناتھن براؤن نے **تسابلِ فقہی** کے مفہوم میں بیان کیا ہے، یعنی فضائل، مغازی اور تفسیر جیسے موضوعات میں بعض ائمہ کا اسنادی معیار میں نسبتاً نرمی برتنا۔[19] امام احمد بن حنبل سے منسوب قول، جس میں مغازی، ملاحم اور تفسیر کو بے اصل کہا گیا، اسی تناظر میں پڑھا جاتا ہے اور شارحین نے اس کی مراد ان مرویات کو لیا ہے جن کی کوئی قابلِ اعتماد سند نہیں۔[20] لہٰذا اسبابِ نزول کی روایات کا مطالعہ کرتے وقت یہ تفریق لازم ہے کہ صحیحین اور سنن کی ان روایات کو، جو معروف اسانید سے مروی ہیں، ان محض تفسیری اضافات سے ممتاز رکھا جائے جو سند کے بغیر کتبِ تفسیر میں گردش کرتے ہیں۔

طبقہ	معیار	تاریخی اعتماد	تفسیری وزن
اول	شاہد صحابی، صریح صیغہ، صحیح سند	اعلیٰ	آیت کی تفہیم میں قوی دلیل
دوم	غیر شاہد صحابی یا ائمۂ تفسیر کی مرسل روایت بمع تائید	متوسط	تائیدی قرینہ
سوم	محتمل صیغہ (‘نزلت فی’)	مشروط	استدلالی تطبیق
چہارم	ضعیف یا بے سند، بشمول سلسلۂ کلبی	کم	مستقل دلیل نہیں
پنجم	باہم متعارض روایات	ترجیح یا جمع کے بعد	ابن حجر کے اصولِ ترجیح کے مطابق

جدول 2: اسبابِ نزول کی روایات کے مراتب اور ان کا تفسیری وزن (مصنف کی اپنی تدوین)

استشراقی تنقید اور اسلامی جوابات

تنقید کا مقدمہ

جان وانسبرو نے اپنی کتاب Quranic Studies میں اسبابِ نزول کو **بگادی تفسیر** کے دائرے میں رکھا اور یہ موقف اختیار کیا کہ یہ روایات مقدس متن کو محمدی سیرت سے جوڑنے کے لیے بعد کے ادبی عمل کا نتیجہ ہیں، نہ کہ نزول کے ہم عصر شواہد۔[21] اینڈریو رپن نے اس بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے دکھایا کہ ایک ہی آیت کے متعارض اسباب کی موجودگی اس امر کی علامت ہے کہ سبب کا بنیادی کام تفسیری ہے، یعنی متن کے خلا کو پر کرنا اور ابہام کو دور کرنا۔[22] جوزف شاخت کی تحقیق نے سند کے **پس نمو** (back-growth) کا جو نظریہ دیا، اس نے بھی ان روایات کے لیے شبہات پیدا کیے، کیونکہ اس نظریے کے مطابق اسانید بعد میں گھڑ کر قدیم تر شخصیات تک پہنچا دی گئیں۔[23]

شواہد اور جوابی دلائل

اس تنقید کا پہلا جواب جدید حدیثی تحقیق سے سامنے آیا۔ ہارالڈ موتسکی نے عبدالرزاق کے مصنف کے سند و متن کے مشترکہ تجزیے سے دکھایا کہ پہلی صدی ہجری کی بہت سی روایات کو ان کے ماخذ

[19] Jonathan A. C. Brown, “Critical Rigor vs. Juridical Pragmatism: How Legal Theorists and Hadith Scholars Approached the Backgrowth of Isnāds in the Genre of ʿIlal al-Ḥadīth,” *Islamic Law and Society* 14, no. 1 (2007): 1–41.

[20] الخطیب البغدادی، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع، تحقیق محمود الطحان (ریاض: مکتبۃ المعارف، 1983ء)۔

[21] John Wansbrough, *Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation* (Oxford: Oxford University Press, 1977), chap. 1.

[22] Rippin, “Function,” 1–20.

[23] Joseph Schacht, *The Origins of Muhammadan Jurisprudence* (Oxford: Clarendon Press, 1950).

سے متعلق اس تشکیکی تصور سے بچایا جا سکتا ہے جو شاخت کے نظریے سے نکلتا ہے۔[24] محمد مصطفیٰ اعظمی نے بھی ابتدائی ادوار میں کتابتِ حدیث کے شواہد پیش کر کے اس مفروضے کو چیلنج کیا کہ روایت صرف شفاہی سطح پر بعد میں تشکیل پائی۔[25] دوسری جانب والٹر ہالاق کا استدلال ہے کہ حدیث کی صحت کا مسئلہ موجودہ طریقوں سے طے نہیں ہو سکتا، اس لیے جانبین کے دلائل ایک حد تک ناتمام رہتے ہیں۔[26]

اس بحث کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ استشراقی تنقید کا سب سے مضبوط حصہ ان اسباب پر وارد ہوتا ہے جو محتمل صیغوں یا متاخر مفسرین کی اسناد سے منسوب ہیں، جبکہ صحیحین کی صریح روایات، جیسے بخاری میں عروہ بن زبیر کے ذریعے عائشہؓ کی روایت، اس درجے کی تنقید کا سامنا کم کرتی ہیں۔[27] اس لیے نہ تو سب روایات کو بلا امتیاز تاریخی شہادت مان لینا درست ہے اور نہ سب کو بالجملہ مفسرانہ تراش خراش قرار دینا۔ رپن کا مشاہدہ ان روایات پر صادق آتا ہے جو متعارض ہوں اور جن کا کام کسی ابہام کو بھرنا ہو؛ مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ہر روایت یکساں طور پر غیر تاریخی ہے۔

اسبابِ نزول کی اصولی حدود

عمومِ لفظ اور خصوصِ سبب

اصولِ فقہ و تفسیر کا معروف قاعدہ ہے کہ **العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب**، یعنی اعتبار لفظ کے عموم کا ہے نہ کہ سبب کے خصوص کا۔[28] اس قاعدے کا مطلب یہ ہے کہ سبب خواہ کسی ایک شخص یا واقعے سے متعلق ہو، آیت کا حکم ان تمام صورتوں کو شامل ہو گا جنہیں اس کے الفاظ شامل کرتے ہیں۔[29] اس قاعدے سے اسبابِ نزول کی تفسیری حدود کی پہلی لکیر کھنچتی ہے: روایت آیت کے معنی کو محدود نہیں کرتی بلکہ اسے سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

امام شاطبی نے دوسری طرف اسبابِ نزول کی معرفت کی ضرورت پر زور دیا اور واضح کیا کہ جو شخص ان کا علم نہ رکھے وہ بسا اوقات قرآن کے مقاصد کو سمجھنے میں اشکال میں پڑ جاتا ہے۔[30] دونوں اقوال میں تضاد نہیں؛ شاطبی کی بات فہم کے وسیلے سے متعلق ہے، جبکہ عموم و خصوص کا قاعدہ حکم کی وسعت سے متعلق ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے الفوز الکبیر میں اسبابِ نزول کے دائرے کو محدود رکھنے کا رجحان ظاہر کیا اور وضاحت کی کہ ایسی روایات کی ضرورت صرف انہی مقامات پر ہے جہاں آیت کا فہم اس کے بغیر ممکن نہ ہو۔[31]

نظمِ قرآن اور سیاقِ داخلی

فراہی مکتب کے علمبردار امین احسن اصلاحی نے تدبرِ قرآن کے مقدمے میں سورت کے نظم اور عمود کو تفسیر کی بنیاد قرار دیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ روایت کی بنیاد پر کیا گیا ایسا فہم جو سورت

---

[24] Harald Motzki, “The Muṣannaf of ʿAbd al-Razzāq al-Ṣanʿānī as a Source of Authentic *Aḥādīth* of the First Century A.H.,” *Journal of Near Eastern Studies* 50, no. 1 (1991): 1–21.

[25] Muhammad Mustafa Azami, *Studies in Early Hadith Literature* (Indianapolis: American Trust Publications, 1978), chap. 3.

[26] Wael B. Hallaq, “The Authenticity of Prophetic Ḥadīth: A Pseudo-Problem,” *Studia Islamica* 89 (1999): 75–90.

[27] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب الحج، باب وجوب الصفا والمروۃ، حدیث نمبر 1643۔

[28] بدر الدین الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم (قاہرہ: دار احیاء الکتب العربیۃ، 1957ء)، النوع الاول۔

[29] Mohammad Hashim Kamali, *Principles of Islamic Jurisprudence*, 3rd ed. (Cambridge: Islamic Texts Society, 2003).

[30] ابو اسحاق الشاطبی، الموافقات، تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان (الخبر: دار ابن عفان، 1997ء)، ج 3، مباحثِ قرآن (اسبابِ تنزیل کی معرفت)۔

[31] شاہ ولی اللہ دہلوی، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر (کراچی: قدیمی کتب خانہ، س ن)، اسبابِ نزول سے متعلق فصل۔

کے داخلی نظم سے ٹکرائے، قابلِ ترجیح نہیں ہو سکتا۔[32] اس موقف کا ایک مثبت پہلو یہ ہے کہ وہ تفسیر کو روایات کے انبار سے بچا کر متن کی داخلی ہم آہنگی کا پابند کرتا ہے؛ اس کا ممکنہ کمزور پہلو یہ ہے کہ اگر نظم کی تعبیر ہی مفسر کے ذوق پر مبنی ہو تو روایت کے خارجی ضابطے کی جگہ ذاتی ذوق لے سکتا ہے۔ یہی نقطہ اس بحث میں دوسرا اصولی حدّ فاصل بنتا ہے۔

فضل الرحمٰن نے اپنی کتاب Islam and Modernity میں **دوہری حرکت** (double movement) کا نظریہ پیش کیا، جس کے مطابق مفسر پہلے نزول کے تاریخی سیاق سے قرآنی اصول تک پہنچتا ہے اور پھر اس اصول کو معاصر صورتِ حال پر منطبق کرتا ہے۔[33] اس نظریے میں اسبابِ نزول کا کردار سیاق کی تعمیرِ نو میں ہے، نہ کہ حکم کی حد بندی میں۔ اس زاویے سے دیکھیں تو اصولیین کا عموم و خصوص کا قاعدہ اور فضل الرحمٰن کی مقاصدی حرکت ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں، اگرچہ دونوں کی اصطلاحیں اور فلسفیانہ مفروضات مختلف ہیں۔

منتخب قرآنی مقامات کا تطبیقی تجزیہ

سورۃ البقرہ، آیت 158: روایت بطورِ اصلاحِ فہم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ ۖ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا**﴾ (بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے)۔[34] عروہ بن زبیر نے ام المؤمنین عائشہؓ سے کہا کہ ‘لا جناح’ کے الفاظ سے تو سعی کا وجوب ثابت نہیں ہوتا، تو انہوں نے فرمایا کہ اگر مفہوم یہی ہوتا تو الفاظ ‘فلا جناح علیہ ان لا یطوف بہما’ ہوتے؛ آیت دراصل انصار کے اس تحرج کے رفع میں نازل ہوئی جو جاہلیت میں مناۃ کے لیے احرام باندھتے اور صفا و مروہ کی سعی کو ناپسند کرتے تھے۔[35] یہاں سبب کی تاریخی قدر اعلیٰ ہے، کیونکہ راوی شاہد، سند صحیحین کی اور صیغہ صریح ہے۔ اس کا تفسیری فائدہ یہ ہے کہ روایت ‘لا جناح’ کی ایک غلط لسانی تعبیر کی اصلاح کرتی ہے۔ حدود کے اعتبار سے البتہ سعی کے رکن یا واجب ہونے کا فقہی اختلاف محض اس روایت سے طے نہیں ہوتا بلکہ دیگر ادلہ کا تقاضا کرتا ہے۔[36]

سورۃ البقرہ، آیت 223: روایت بطورِ تعیینِ احتمال

﴿**نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ**﴾ (تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، سو اپنی کھیتی میں جیسے چاہو آؤ)۔[37] لفظ ‘انّی’ عربی میں ‘کیف’ اور ‘این’ دونوں معنوں کا احتمال رکھتا ہے۔ جابر بن عبد اللہؓ کی روایت کے مطابق یہود کہتے تھے کہ پیچھے کی جانب سے مباشرت سے بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[38] اس روایت کا تفسیری کام یہ ہے کہ ‘انّی’ کو کیفیت کے معنی میں متعین کرے، یعنی آنے کی ہیئت میں وسعت ہے جبکہ محل متعین ہے، جو ‘حرث’ کے استعارے سے بھی مستفاد ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سبب لفظ کے احتمال کو متعین کر سکتا ہے، مگر وہ ازخود غیر محل میں اجازت کا جواز نہیں بنتا، اور فقہا اس باب میں ممانعت دیگر نصوص سے اخذ کرتے ہیں۔ ابن

---

[32] امین احسن اصلاحی، تدبرِ قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 1980ء)، مقدمہ: نظمِ قرآن۔

[33] Fazlur Rahman, *Islam and Modernity: Transformation of an Intellectual Tradition* (Chicago: University of Chicago Press, 1982), chap. 1.

[34] القرآن الکریم، سورۃ البقرہ 2:158۔

[35] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، حدیث نمبر 1643؛ اور مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، کتاب الحج، حدیث نمبر 1277۔

[36] ابو اسحاق الشاطبی، الموافقات، ج 3، مباحثِ قرآن۔

[37] القرآن الکریم، سورۃ البقرہ 2:223۔

[38] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب التفسیر، حدیث نمبر 4528؛ اور مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، حدیث نمبر 1435۔

عمرؓ سے منسوب ایک مختلف روایت کی توجیہ میں شارحین کے بیانات ملتے ہیں جو اس بات کی مثال ہیں کہ ایک آیت کے ذیل میں مروی روایات کا باہمی جمع و ترجیح ضروری ہوتا ہے۔[39]

سورۃ التوبہ، آیت 113: زمانی تعارض اور اس کے حل

﴿**مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ**﴾ (نبی اور اہلِ ایمان کے لیے روا نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت مانگیں، اگرچہ وہ قرابت دار ہوں)۔[40] بخاری کی روایت کے مطابق سعید بن مسیب اپنے والد مسیب بن حزن سے نقل کرتے ہیں کہ ابو طالب کی وفات کے وقت نبی کریمﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے مغفرت مانگتا رہوں گا جب تک روکا نہ جاؤں، پس یہ آیت اور آیتِ قصص ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ نازل ہوئی۔[41] یہاں سند صحیح ہے، مگر تاریخی اشکال یہ ہے کہ ابو طالب کی وفات ہجرت سے پہلے مکہ میں ہوئی جبکہ سورۃ التوبہ مدنی اور نزول کے اعتبار سے آخری سورتوں میں شمار ہوتی ہے۔ ابن حجر اور دیگر شارحین نے اس کے متعدد جوابات دیے ہیں، جن میں تکرارِ نزول، یعنی آیت کا ایک بار مکہ کے واقعے کے وقت اور دوبارہ مدینہ میں نزول، اور یہ احتمال شامل ہے کہ راوی نے واقعے کی مناسبت سے آیت کی طرف اشارہ کیا ہو۔[42] اسی آیت کے ذیل میں ترمذی کی ایک اور روایت میں علیؓ کا مشاہدہ منقول ہے کہ ایک شخص اپنے مشرک والدین کے لیے دعا کر رہا تھا، جو مدنی سیاق سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔[43] نتیجہ یہ ہے کہ ایک صحیح سند والی روایت کا بھی سورت کے مجموعی زمانے سے ٹکراؤ ممکن ہے، اور ایسی صورت میں سببیت کا حکم لگانے سے پہلے جمع کی تدبیر ناگزیر ہے۔

سورۃ الاسراء، آیت 85: متعارض روایات اور اصولِ ترجیح

﴿**وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا**﴾ (وہ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے روح میرے رب کے امر میں سے ہے اور تمہیں علم میں سے بہت تھوڑا دیا گیا ہے)۔[44] ابن مسعودؓ کی صحیح بخاری میں روایت ہے کہ وہ مدینہ کے کھنڈرات میں نبی کریمﷺ کے ساتھ تھے کہ یہود کے کچھ لوگ ملے اور روح کے بارے میں سوال کیا۔[45] دوسری جانب ابن عباسؓ سے ترمذی میں مروی ہے کہ قریش نے یہود کے مشورے پر یہ سوال کیا، جو مکی پس منظر کی نشاندہی کرتا ہے۔[46] سورۃ الاسراء کا عمومی مکی ہونا ایک اضافی قرینہ ہے۔ ابن حجر کے اصول کے مطابق جس روایت کا راوی شاہد ہو اسے ترجیح ملتی ہے، اور ابن مسعودؓ یہاں شاہد ہیں؛ اس لیے آیت کے دوبارہ نزول، یا مدنی واقعے کے وقت اس کی تلاوت کا احتمال راجح قرار پاتا ہے۔[47] یہ مثال بتاتی ہے کہ سبب کا تعین مکانی و زمانی قرائن کی چھان پھٹک کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ نولدکہ اور نیوورت جیسے مغربی محققین نے مکی و مدنی ترتیب کے لیے جو اسلوبی و داخلی معیار وضع کیے، وہ بھی اس تقابل میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔[48]

سورۃ عبس، آیات 1–10: غیر شاہد راوی اور فاعل کی تعیین

﴿**عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ ۝ أَن جَاءَهُ الْأَعْمَىٰ**﴾ (اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا، اس بات پر کہ اس کے پاس نابینا آیا)۔[49] آیت کے الفاظ میں غائب کا صیغہ ہے اور فاعل کی صراحت نہیں۔ ترمذی کی روایت

---

[39] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، کتاب التفسیر، سورۃ البقرہ، باب نساؤکم حرث لکم۔

[40] القرآن الکریم، سورۃ التوبہ 9:113۔

[41] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب التفسیر، سورۃ التوبہ، حدیث نمبر 4675۔

[42] ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، کتاب التفسیر، سورۃ التوبہ۔

[43] ابو عیسیٰ الترمذی، الجامع، ابواب تفسیر القرآن، سورۃ التوبہ۔

[44] القرآن الکریم، سورۃ الاسراء 17:85۔

[45] محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب العلم، حدیث نمبر 125۔

[46] ابو عیسیٰ الترمذی، الجامع، ابواب تفسیر القرآن، سورۃ بنی اسرائیل۔

[47] ابن حجر عسقلانی، العجاب، مقدمہ۔

[48] Theodor Nöldeke et al., Geschichte des Qorāns; Neuwirth, Studien zur Komposition.

[49] القرآن الکریم، سورۃ عبس 80:1–2۔

میں عائشہؓ اس کا سبب ابن ام مکتومؓ کا واقعہ بتاتی ہیں، مگر امام ترمذی نے اسے غریب کہا اور بعض طرق میں یہ مرسل بھی مروی ہے۔[50] تاریخی اعتبار سے یہ سورت ابتدائی مکی دور کی ہے اور عائشہؓ اس وقت ابھی بچی تھیں یا ان کی ولادت نہیں ہوئی تھی، لہٰذا ان کی روایت براہِ راست مشاہدے پر مبنی نہیں۔ اس لیے یہ روایت درجۂ دوم کی ہے، اور اس کی قبولیت میں سورت کا سیاق اور متعدد دیگر طرق مددگار ہیں۔ ابن عاشور نے تحریر و تنویر میں اس روایت کو قبول کرتے ہوئے وجہِ عتاب پر مفصل بحث کی ہے اور بعض متکلمین کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جو اس تعیین کو عصمتِ نبوی کے منافی سمجھتے ہیں۔[51] یہ مثال واضح کرتی ہے کہ جب سبب خود فاعل کی شناخت دیتا ہو تو اس کی سند کا درجہ نتائج پر براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے۔

آیت	روایت و ماخذ	درجۂ سند	بنیادی مسئلہ	نتیجہ
البقرہ 2:158	عروہ از عائشہؓ (بخاری، مسلم)	صحیحین، شاہد	‘لا جناح’ سے عدمِ وجوب کا وہم	سبب نص کے فہم کی اصلاح کرتا ہے
البقرہ 2:223	جابرؓ (بخاری، مسلم)	صحیحین	‘انّی’ کا مفہوم	سبب لفظ کے احتمال کو متعین کرتا ہے
التوبہ 9:113	مسیب بن حزن (بخاری)	صحیح، سورت کے زمانے سے تعارض	ابو طالب کی وفات اور سورت کا زمانہ	تکرارِ نزول یا تطبیق کی تاویل
الاسراء 17:85	ابن مسعودؓ (بخاری) / ابن عباسؓ (ترمذی)	صحیح اور حسن، باہم متعارض	مکی سورت میں مدنی روایت	شاہد راوی کو ترجیح، مکانی تضاد کی توجیہ
عبس 80:1–10	عائشہؓ (ترمذی)	غریب، مرسل بھی مروی	راوی غیر شاہد، فاعل کی تعیین	روایت قبول، مگر سیاق کی تائید ضروری

جدول 3: منتخب پانچ قرآنی مقامات کی روایات کا تقابلی خلاصہ (مصنف کی اپنی تدوین)

مجوزہ منہجی ماڈل

گذشتہ تجزیے سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اسبابِ نزول کی روایات کے ساتھ معاملہ ایک مربوط تنقیدی ماڈل کا متقاضی ہے جو حدیثی نقد اور اصولی تحدید کو یکجا کرے۔ ہم پانچ مراحل پر مشتمل ماڈل تجویز کرتے ہیں۔ پہلے مرحلے میں سند، راوی کے مشاہدے اور صیغے کی صراحت کی جانچ ہو گی؛ دوسرے مرحلے میں روایت کا سورت کے زمانۂ نزول سے موازنہ کیا جائے گا، جیسا کہ آیت 113 اور 85 میں ظاہر ہوا؛ تیسرے مرحلے میں روایت کو سورت کے داخلی نظم کے سامنے رکھا جائے گا تاکہ اصلاحی کی مجوزہ احتیاط ملحوظ رہے۔[52] چوتھے مرحلے میں عمومِ لفظ اور خصوصِ سبب کے قاعدے کا اطلاق ہو گا؛ اور پانچویں مرحلے میں حکم کی علت و مقصد کا تعین کر کے اس کی معاصر تطبیق کی جائے گی، جو فضل الرحمٰن کی دوہری حرکت کے مطابق ہے۔[53]

[50] ابو عیسیٰ الترمذی، الجامع، ابواب تفسیر القرآن، سورۃ عبس۔

[51] محمد الطاہر ابن عاشور، التحریر والتنویر (تونس: الدار التونسیۃ للنشر، 1984ء)، ج 30، تفسیر سورۃ عبس۔

[52] اصلاحی، تدبر قرآن، مقدمہ۔

[53] Rahman, *Islam and Modernity*, chap. 1.

پہلا مرحلہ: اثباتِ روایت — سند، راوی کی حیثیت اور صیغے کی صراحت کی جانچ

▼

دوسرا مرحلہ: تاریخی تطبیق — روایت کا سورت کے زمانۂ نزول سے موازنہ

▼

تیسرا مرحلہ: سیاق قرآنی سے موازنہ — سورت کے نظم و عمود سے ہم آہنگی

▼

چوتھا مرحلہ: اصولی تحدید — لفظ کا عموم اور سبب کا خصوص

▼

پانچواں مرحلہ: مقاصدی تعمیم — حکم کی علت اور وسعتِ اطلاق

تصویر 1: اسبابِ نزول کی روایات کے تنقیدی استعمال کا پانچ مرحلہ جاتی ماڈل (مصنف کی اپنی تدوین)

خلاصہ بحث

اس مقالے کے تجزیے سے یہ نتائج سامنے آئے۔ اول، اسبابِ نزول کی روایات کی تاریخی قدر یکساں نہیں بلکہ درجہ بدرجہ ہے؛ شاہد صحابی کی صریح اور صحیح روایات اعلیٰ درجے کی تاریخی شہادت ہیں۔ دوم، استشراقی تنقید روایت کے مفسرانہ کردار کی نشاندہی میں مفید ہے، مگر اس کا اطلاق بلا امتیاز تمام روایات پر درست نہیں۔ سوم، اصولی اعتبار سے سبب لفظ کے عموم کو محدود نہیں کرتا اور نہ سورت کے نظم یا زمانۂ نزول کا حتمی فیصلہ کرتا ہے۔ چہارم، منتخب پانچ مقامات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ سبب کبھی فہم کی اصلاح (2:158)، کبھی لفظی احتمال کی تعیین (2:223)، کبھی زمانی تعارض کے حل کی ضرورت (9:113، 17:85)، اور کبھی راوی کے درجے کے مطابق احتیاط (80:1–10) کا تقاضا کرتا ہے۔ آخر میں مقالہ مجوزہ پانچ مرحلہ جاتی ماڈل پیش کرتا ہے، جو آئندہ تحقیق میں دیگر مقامات پر اطلاق کے لیے بنیاد فراہم کر سکتا ہے۔

کتابیات Bibliography

اردو و عربی مصادر

القرآن الکریم۔

ابن تیمیہ۔ مقدمہ فی اصول التفسیر۔ بیروت: دار مکتبۃ الحیاۃ، 1980ء۔

ابن حجر عسقلانی۔ العجاب فی بیان الاسباب۔ تحقیق عبد الحکیم محمد الانیس۔ دمام: دار ابن الجوزی، 1997ء۔

ابن حجر عسقلانی۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ تحقیق محب الدین الخطیب۔ بیروت: دار المعرفۃ، 1379ھ۔

ابن عاشور، محمد الطاہر۔ التحریر والتنویر۔ تونس: الدار التونسیۃ للنشر، 1984ء۔

ابن الصلاح۔ مقدمہ ابن الصلاح (علوم الحدیث)۔ تحقیق نور الدین عتر۔ دمشق: دار الفکر، 1986ء۔

اصلاحی، امین احسن۔ تدبر قرآن۔ لاہور: فاران فاؤنڈیشن، 1980ء۔

البخاری، محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ۔

الترمذی، ابو عیسیٰ۔ الجامع (سنن الترمذی)۔ تحقیق بشار عواد معروف۔ بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1998ء۔

الحاکم النیسابوری۔ معرفۃ علوم الحدیث۔ تحقیق معظم حسین۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1977ء۔

الخطیب البغدادی۔ الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع۔ تحقیق محمود الطحان۔ ریاض: مکتبۃ المعارف، 1983ء۔

الزرکشی، بدر الدین۔ البرہان فی علوم القرآن۔ تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم۔ قاہرہ: دار احیاء الکتب العربیۃ، 1957ء۔

السیوطی، جلال الدین۔ الاتقان فی علوم القرآن۔ تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم۔ قاہرہ: الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1974ء۔
الشاطبی، ابو اسحاق۔ الموافقات۔ تحقیق مشہور بن حسن آل سلمان۔ الخبر: دار ابن عفان، 1997ء۔
شاہ ولی اللہ دہلوی۔ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر۔ کراچی: قدیمی کتب خانہ، س ن۔
الطبری، ابن جریر۔ جامع البیان عن تاویل آی القرآن۔ تحقیق احمد محمد شاکر۔ قاہرہ: دار المعارف، 1954ء۔
القطان، مناع۔ مباحث فی علوم القرآن۔ ریاض: مکتبۃ المعارف، 2000ء۔
مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم۔ تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن۔
الواحدی، ابو الحسن علی بن احمد۔ اسباب النزول۔ تحقیق کمال بسیونی زغلول۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1991ء۔

Azami, Muhammad Mustafa. *Studies in Early Hadith Literature*. Indianapolis: American Trust Publications, 1978.

Brown, Jonathan A. C. “Critical Rigor vs. Juridical Pragmatism: How Legal Theorists and Hadith Scholars Approached the Backgrowth of Isnāds in the Genre of ʿIlal al-Ḥadīth.” *Islamic Law and Society* 14, no. 1 (2007): 1–41.

Hallaq, Wael B. “The Authenticity of Prophetic Ḥadīth: A Pseudo-Problem.” *Studia Islamica* 89 (1999): 75–90.

Kamali, Mohammad Hashim. *Principles of Islamic Jurisprudence*. 3rd ed. Cambridge: Islamic Texts Society, 2003.

Motzki, Harald. “The Muṣannaf of ʿAbd al-Razzāq al-Ṣanʿānī as a Source of Authentic *Aḥādīth* of the First Century A.H.” *Journal of Near Eastern Studies* 50, no. 1 (1991): 1–21.

Neuwirth, Angelika. *Studien zur Komposition der mekkanischen Suren*. Berlin: Walter de Gruyter, 1981.

Nöldeke, Theodor, et al. *Geschichte des Qorāns*. 2nd ed. 3 vols. Leipzig: Dieterich, 1909–38.

Rahman, Fazlur. *Islam and Modernity: Transformation of an Intellectual Tradition*. Chicago: University of Chicago Press, 1982.

Rippin, Andrew. “The Exegetical Genre *Asbāb al-Nuzūl*: A Bibliographical and Terminological Survey.” *Bulletin of the School of Oriental and African Studies* 48, no. 1 (1985): 1–15.

Rippin, Andrew. “The Function of *Asbāb al-Nuzūl* in Qur’ānic Exegesis.” *Bulletin of the School of Oriental and African Studies* 51, no. 1 (1988): 1–20.

Schacht, Joseph. *The Origins of Muhammadan Jurisprudence*. Oxford: Clarendon Press, 1950.

Usmani, Muhammad Taqi. *An Approach to the Quranic Sciences*. Karachi: Darul Ishaat, 2000.

Wansbrough, John. *Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation*. Oxford: Oxford University Press, 1977.